

## قرآن مجید میں خسارے (خسر) کا تصور اور اس کے اسباب: ایک تجزیاتی مطالعہ

### *The Qur'anic Concept of Loss (Khusr) and Its Causes: An Analytical Study*

**Laraib Mushtaq**

Research Scholar, GC University, Lahore

**Dr. Uzma Saffat**

Assistant Professor, Department of Arabic and Islamic Studies, GC University, Lahore

#### **Abstract**

This research article is based on an analytical study of the Qur'ānic concept of human loss as mentioned in Sūrah al-'Aṣr. Allah Almighty declares that mankind is in a state of loss except those who possess faith, perform righteous deeds, exhort one another to truth, and remain steadfast in patience. In this article, the reality of human loss and its various dimensions have been examined in detail. It particularly discusses whether loss occurs only because of false beliefs, or whether a person may also fall into loss despite having correct beliefs if his deeds are corrupt and contrary to divine guidance. Therefore, both theological and practical causes of loss have been highlighted in the light of Qur'ānic teachings. Furthermore, the principles of salvation from loss, as described in Sūrah al-'Aṣr, namely faith, righteous deeds, mutual encouragement towards truth, and patience, have been comprehensively analyzed through exegetical sources. The study concludes that this short sūrah presents a complete code of success and protection from worldly and eternal loss.

**Keywords:** Khasirin, Human Loss, Surah al-Asr, Tafsir studies.

تمہید:

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا۔ عبادت صرف سجدہ کرنے کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانا اور اللہ کی رضا کیلئے نیک اعمال کرنا بھی عبادت میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انسانوں کی روحوں سے ایک عہد لیا تھا جسے 'عہد الست' کہا جاتا ہے۔ انسان کو جب زمین پر بھیجا تو اسے اپنے خلیفہ کی صورت میں بھیجا، اور اسے زندگی کی مخصوص جمع پونجی دے کر بھیجا۔ پھر اسے اس کا عہد اور مقام یاد دلانے کیلئے انبیاء کرام کو بھیجا۔ کچھ لوگوں نے ان کی اطاعت کر لی اور 'مفلحین' میں شامل ہو گئے اور جنہوں نے انہیں جھٹلایا، ہٹ دھرمی دکھائی اور نافرمانی کی وہ دنیا میں بھی تباہ و برباد ہوئے اور آخرت میں بھی ابدی عذاب ان کا منتظر ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں قرآن 'خاسرین' کہتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کے سرمائے کو ایمان اور عمل صالح کی بجائے مادی وسائل میں صرف کر دیا۔ سورت العصر جو تین آیات پر مشتمل ایک مختصر سورت ہے۔ جس میں اللہ نے ایک بہت بڑی حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ بے شک انسان خسارے میں ہے۔ مقالے میں ان اسباب کو جاننے کی کوشش کی گئی ہے جو انسان کے خسارے کی وجہ بنتے ہیں۔ اللہ نے اس حقیقت کے اعلان کے بعد اس سے بچاؤ کا راستہ بھی اسی سورت میں بتایا ہے۔

سورة العصر اور فلسفہ خسران:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ (العصر ۱۰۳: ۱-۳)

"زمانے کی قسم! انسان در حقیقت بڑے خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے

رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ بے شک انسان خسارے میں ہے۔ آخر یہ انسان کے خسارے سے کیا مراد ہے، انسان کس طرح سے خسارے میں ہے، وہ کیا اسباب ہیں جو انسان کو خسارے کی طرف دھکیلتے ہیں اور اس خسارے سے بچا کیسے جاسکتا ہے، ان تمام سوالات کا جواب قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کیا جائے گا۔

قرآنی اصطلاح "خاسرین" کے لغوی معنی

"خاسرین" عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا واحد "خاسر" ہے، اور مادہ خس رہے۔ یہ لفظ قرآن و حدیث کے علاوہ عربی ادب و شاعری میں بھی بکثرت استعمال ہوا ہے۔ لفظ "خاسرین" کے مختلف معنی ہیں جنہیں ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

قال ابن منظور:

خسر: خَسِرَ وَخَسِرًا وَخُسِرًا وَخُسْرَانًا وَخَسَارَةً وَخَسَارًا، فَهُوَ خَاسِرٌ وَخَسِيرٌ، كَلَهُ: ضَلَّ. وَالْخَسَارُ وَالْخُسَارَةُ وَالْخَيْسَرِيُّ: الضَّلَالُ وَالْهَلَاكُ ١

ابن منظور نے کہا: خسر — خَسِرَ، اور خُسِرًا، اور خَسَرًا، اور خُسْرَانًا، اور خَسَارَةً، اور خَسَارًا — سب کے سب (ایک ہی معنی میں) ہیں: گمراہ ہونا۔ اور خَسَار اور خَسَارَةُ اور خَيْسَرِي کا معنی ہے: گمراہی اور ہلاکت۔

وفی لغات القرآن:

کبھی تو خسارے کی نسبت انسان کی طرف کی جاتی ہے چنانچہ کہتے ہیں فلانے کو گھٹا ہوا گیا ہے اور کبھی فعل کی طرف چنانچہ بولتے ہیں اس کی تجارت گھٹ گئی اور کبھی خارجی چیزوں کی طرف جیسے مال و جاہ دنیوی وغیرہ ہیں اور خسارہ کا استعمال بیشتر ان ہی خارجی اشیاء کے متعلق ہوتا ہے، اور کبھی نفیس اور گراں قدر نعمتوں کی طرف جیسے صحت اور تندرستی، عقل و ہوش، ایمان و ثواب وغیرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے 'خسران مبین' ان ہی گراں قدر نعمتوں کے خسارے کو فرمایا ہے۔ ۲

وفی القاموس العصري:

القاموس العصري میں لفظ خسارے کو روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے مختلف نقصانات کے معنی میں بیان کیا گیا ہے، جیسے: خُسْرَانُ الانتخاب (الیکشن ہارنا)، خُسْرَانُ الْحَرْبِ (جنگ ہارنا)، خُسْرَانُ الدَّوْلَةِ (ملک کو دس لاکھ روپے کا نقصان ہوا)، خُسْرَانُ الرِّهَانِ (بازی ہارنا)، خَسَائِرُ بَشَرِيَّةٍ (افراد کی نقصان)، خَسَارَةُ جُزْئِيَّةٍ (جزوی نقصان)، خَسَارَةُ حُكْمِيَّةٍ (نا قابل تلافی نقصان) وغیرہ۔ ۳

قرآنی اصطلاح "خاسرین" کے اصطلاحی معنی

قال امام طبری:

والخاسرون جمع خاسرة والخاسرون الناقصون أنفسهم حظوظها بمعصيتهم الله من رحمته. ۱

"اور الخاسرون، خاسر کی جمع ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے سبب اس کی رحمت سے اپنا

حصہ کم کر کے اپنی جانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔" ۲

قال امام راعب اصفهانی:

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝

"انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔"

اس میں ہو سکتا ہے کہ ماپ تول میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھنے اور ظلم ترک کرنے کا حکم ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان افعال کے ارتکاب سے منع کیا ہو جو قیامت کے دن میزان عمل میں کمی کا موجب ہوں جس کی وجہ سے آدمی ان لوگوں سے ہو جائے جن کے متعلق قرآن پاک نے: (مَنْ حَقَّتْ مَوَازِينُهُ) (۸-۱۰) کہا ہے۔ یہ دونوں معنی باہم لازم ملزوم ہیں۔ اور جہاں کہیں قرآن پاک میں خسران کا لفظ آیا ہے وہ اسی دوسرے معنی پر محمول ہے دنیوی کاروبار اور دیگر چیزوں میں نقصان اٹھانا مراد نہیں ہے۔ ۶

قرآن مجید میں لفظ "خسران" کے وجوہ

قرآن مجید میں لفظ خاسرین مختلف وجوہ (معنی) میں استعمال ہوا ہے۔ مختلف کتب میں اس کے پانچ وجوہ بیان کیے گئے ہیں۔ ذیل میں مقاتل بن سلیمان کی توجیہات کو بیان کیا گیا ہے، انہوں نے صرف وجوہ ہی بیان نہیں کیے بلکہ ہر معنی کی آیت کے ساتھ مختصر تفسیر بھی کی ہے جس سے لفظ کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے، ذیل میں چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

الوجه الأول: الخاسرين، یعنی: عجزۃ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَئِنْ أَكَلَهُ الذَّنْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا إِذَا لَخَاسِرُونَ ۱۷ انہوں نے جواب دیا "اگر ہمارے ہوتے اسے

بھیڑیے نے کھالیا، جبکہ ہم ایک جتھا ہیں، تب تو ہم بڑے ہی نکلے ہوں گے" یعنی: لعجزۃ۔ ۸

الوجه الثاني: الخاسرين، یعنی: المغبونين

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَ أَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۹ کہو، اصل دیوالیے تو وہی ہیں جنہوں

نے قیامت کے روز اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو گھائے میں ڈال دیا۔" یعنی: غبنوا أنفسهم وصاروا إلى النار و غبنوا

أهليهم في الجنة، یعنی: الأزواج و الخدم ۱۰

الوجه الثالث: الخسران، یعنی: الضلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِينًا ۱۱ "وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔" يقول: ضل ضللاً مبيناً۔ ۱۲

الوجه الرابع: الخسران، یعنی: النقص

ارشاد باری تعالیٰ ہے: أَوْفُوا الْكَيْلَ وَ لَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۱۳ "پیمانے ٹھیک بھرو اور کسی کو گھانا نہ دو۔" یعنی: من

الناقصين في الكيل و الميزان ۱۴

الوجه الخامس: الخاسرين، یعنی: في العقوبة

ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۱۵ "اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو

جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔" یعنی: في العقوبة ۱۶

درج بالا آیات کی روشنی میں اگر خسران وجوہ کو دیکھا جائے تو انسان اگر ناپ تول میں کمی کرے گا (النقص) اور گمراہی اختیار کرے گا

(الضلال) تو اسے بے بسی (عجزۃ) کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخرت میں وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو جائے گا اور جنت کی بجائے جہنم اس کا ٹھکانا

ہوگی اور اس کی جنت والی نعمتیں اور اس کی بیویاں اور خدام اس سے چھین کر دوسروں کو دے دی جائیں گی (المغبونین)۔ لہذا خسارہ صرف مال میں کمی ہونا نہیں ہے بلکہ ایسے اعمال سرانجام دینا ہیں جو اللہ کے عذاب اور سزا (العقوبة) کا موجب بنیں۔

خسارے کا معنی صرف نقصان نہیں کسی چیز کا کم ہونا یا گھٹ جانا اور ہارنا بلکہ گمراہی، ہلاکت، ان سب کو خسارے کے معنی میں شمار کیا گیا ہے۔ خسارے کا اطلاق صرف خارجی نقصان یعنی تجارت وغیرہ پر ہی نہیں ہوتا بلکہ باطنی نقصان جیسے عقل و ہوش یا ایمان و ثواب کے ضیاع کو بھی خسارے میں شمار کیا جاتا ہے اور جب عقل اور ایمان میں کمی ہوگی تو یقیناً وہ گمراہی اور ہلاکت کا موجب بنے گی جو کہ حقیقی خسارہ ہے۔ جب انسان اللہ کی نافرمانی کر کے قیامت کے دن اللہ کی رحمت سے دور ہو گا تو اس سے بڑھ اور کیا خسارہ ہو سکتا ہے۔

عقیدے کے لحاظ سے خسارہ کے اسباب

شرک:

قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونَنِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ۔ وَ لَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَ إِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَسْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ تَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ ۱۷

"(اے نبی ﷺ) ان سے کہو: "پھر کیا اے جاہلو، تم اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے کے لیے مجھ سے کہتے ہو؟ (یہ بات تمہیں ان سے صاف کہہ دینی چاہیے، کیونکہ) تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔"

عقیدے کے اعتبار سے خسارے کا ایک بڑا سبب شرک ہے۔ تفسیر انوار البیان میں اس آیت کے شان نزول کو بیان کیا گیا ہے۔ مفسر ابن کثیر نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ مشرکین نے اپنی جہالت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی کہ ہمارے معبودوں کی عبادت کرنے لگو اگر ایسا کرو گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ تمہارے معبود کی عبادت کرنے لگیں گے، اس پر آیت کریمہ قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ آخِرَتِکَ نَازِلَہُی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ان مشرکوں سے کہہ دیجیے کہ اے جاہلو! کیا مجھے حکم دے رہے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنے لگوں؟ مزید فرمایا وَ لَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ کہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے انبیاء کرام کی طرف ہم نے یہ وحی بھیجی ہے کہ اگر بالفرض اے مخاطب تو نے شرک اختیار کر لیا تو اللہ جل شانہ تیرا عمل حبط فرما دے گا یعنی بالکل اکارت کر دیا جائے گا جس پر ذرا بھی ثواب نہ ملے گا وَ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (اور تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا)۔ ۱۸ تفسیر حقانی میں اس آیت کے اسلوب کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ کلام جلالی اور شائبہ شای رعب کے قاعدہ پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اگلے انبیاء سے شرک سرزد ہونا محال تھا، کیونکہ انبیاء علیہ السلام معصوم ہیں، مگر مخاطب کے سننے کو ایسا پر زور حکم سنا دیا کہ یہ مذموم کام کسی کو بھی معاف نہیں۔ ۱۹

قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر بھی شرک کو عظیم خسارے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَ يَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ۔ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا۔ إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنْسَانًا أَوْ دَابَّةً أَوْ شَيْطَانًا مَرِيدًا۔ لَعَنَهُ اللَّهُ وَ قَالَ لَا تَخْدُنْ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا۔ لَأُضِلَّهُمْ وَ لَأَمْنِيَهُمْ وَ لَأَمْرُهُمْ فَلْيَتَّبِعَنَّ أَذَانُ الْأَنْعَامِ وَ لَأَمْرُهُمْ فَلْيَعِزَّنْ خَلْقَ اللَّهِ۔ وَ مَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِينًا۔ ۲۰۔

"اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے، اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔ وہ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو معبود بناتے ہیں۔ وہ

اس باغی شیطان کو معبود بناتے ہیں، جس کو اللہ نے لعنت زدہ کیا ہے۔ (وہ اس شیطان کی اطاعت کر رہے ہیں) جس نے اللہ سے کہا تھا کہ "میں تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ لے کر رہوں گا، میں انہیں بہکاوں گا، میں انہیں آرزوؤں میں الجھا دوں گا، میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان پھاڑیں گے اور میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے خدائی ساخت میں رد و بدل کریں گے۔" اس شیطان کو جس نے اللہ کے بجائے اپنا ولی و سرپرست بنالیا وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔"

مولانا مودودی اس ضمن میں بیان فرماتے ہیں کہ شیطان کو اس معنی میں تو کوئی بھی معبود نہیں بناتا کہ اس کے آگے مراسم پرستش ادا کرتا ہو اس کو الوہیت کا درجہ دیتا ہو، البتہ اسے معبود بنانے کی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی باگیں شیطان کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ اور جدھر جدھر وہ چلاتا ہے ادھر ادھر چلتا ہے گویا کہ یہ اس کا بندہ ہے اور وہ اس کا خدا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے احکام کی بے چون و چرا اطاعت اور اندھی پیروی کرنے کا نام بھی 'عبادت' ہے۔ ۲۱ وَ لَاضْلَلْنَهُمْ وَ لَأَمْنِيْنَهُمْ ذٰكِرًا سِرًّا اٰمِدًا اس مقام کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کہ شیطان کہتا ہے کہ میں ان کے دلوں میں بڑی امیدوں کے چراغ روشن کروں گا کہ یہ بہت تابناک کیریئر ہے، لگے رہو اس کام میں، اس میں بڑا فائدہ ہے، ناجائز ہے تو خیر ہے اللہ بخش ہی دے گا۔ ہم تو اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں، ہمیں خوف کس بات کا ہے؟ جس طرح یہودیوں کو یہ زعم ہو گیا تھا کہ ہم تو اللہ کے بیٹے ہیں، ہم اس کے بڑے چہیتے ہیں، وغیرہ ان کو میں اس طرح کی لمبی لمبی امیدوں اور لمبے لمبے منصوبوں میں الجھا دوں گا۔ اس کو 'طول اہل' کہتے ہیں۔ ۲۲ وَ لَأَمْنِيْنَهُمْ فَلْيَبْتَئِكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ بُنْک کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ یعنی لوگوں کو سکھاؤں گا کہ وہ بتوں کی قربانی کے لیے جانوروں کے کان کاٹا کریں گے۔ عرب کے بت پرستوں میں یہ بھی دستور تھا کہ وہ اپنے خیالی معبودوں کی نذر و نیاز اور قربانی کے لیے جانوروں کے کان کاٹ ڈالتے تھے اور یہ فعل اللہ کی نظر میں نہایت فسق اور ناپاک تھا۔ ۲۳ وَ لَأَمْنِيْنَهُمْ فَلْيَبْتَئِرْنَ خَلْقَ اللّٰهِ- شیطان کا ایک بڑا وار "تغییر خلق اللہ" (اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی) ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد اس حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ، جیسے آج جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں کہ مردوں میں عورتوں کے سے انداز اپنائے جا رہے ہیں اور عورتوں میں مردوں کے سے طور طریقے اختیار کیے جا رہے ہیں۔ ۲۴ مولانا امین احسن اصلاحی "تدبر قرآن" میں تغیر خلق اللہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت کو بدلنے سے اصلاً مراد اس فطرت اللہ کو بدلنا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمام خلایق کو پیدا کیا ہے۔ مثلاً توحید دین فطرت ہے لیکن شیطان اور اس کے ایجنٹوں نے اس کو شرک سے مسخ کیا۔ ۲۵

لہذا احیاء کہ سورت نساء میں فرمایا گیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں معاف کرتا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور بحث ہے اس کے سوا جس کو چاہے۔ جب شرک کیلئے کوئی معافی ہی نہیں تو اس کیلئے خسارہ ہی خسارہ ہے۔ اللہ کے نزدیک اس کے اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی، اور اس کے تمام اعمال اکارت کر دیے جائیں گے۔ لہذا سورت الزمر کی آیت میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ خاسرین میں سے ہو جائیں گے، اس کا مقصد دراصل جرم کی سنگینی کو بیان کرنا ہے۔ اور بالواسطہ دوسرے لوگوں سے خطاب کیا جا رہا ہے کہ اگر نبی بھی ایسا کریں گے تو ان کے تمام اعمال حبط ہو جائیں گے اور وہ خاسرین میں سے ہو جائیں گے، تو تم لوگ کس خوش فہمی میں ہو۔ عصر حاضر میں شرک کی مختلف صورتیں معاشرے میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ان سے آگاہی ضروری ہے تاکہ انسان انجانے میں ایسے کام نہ کر بیٹھے کہ اپنے تمام اعمال ضائع کر کے خاسرین کی فہرست میں اپنا اندراج کروالے۔

### آخرت کا انکار:

دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار، اللہ سے ملاقات اور قیامت کے دن کو جھٹلانا بھی خسارے کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔

مکرمین آخرت کے خسارے کے متعلق ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ (4) أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمْ الْآخْسَرُونَ ۚ ۲۶

"حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کے لیے ہم نے ان کے کرتوتوں کو خوشنما بنا دیا ہے، اس لیے وہ بھٹکتے

پھرتے ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے بڑی سزا ہے، اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے ہیں۔"

مولانا عبد الماجد دریابادی فہم یعمہون کے ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ یہ مشاہدہ ہے کہ جن قوموں کے دل سے آخرت کا خیال مٹ جاتا ہے

وہ اپنا سارا وقت، ساری قوت اس دنیا کی دوڑ دھوپ، اس کی ترقیوں کے لیے وقف رکھتے ہیں اور اس پر فخر و ناز کرتے رہتے ہیں۔ زَيَّنَّا لَهُمْ

أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ، جو لوگ مذہب کا دامن چھوڑے ہوئے ہیں، قرآن مجید نے کتنی صحیح تشخیص ان کے بارے میں کر دی۔ اپنی اس مادی

حسی دنیا کے سامان اور یہیں کی ترقیوں پر وہ پھولے اور اتراتے ہوئے، کس کس طرح ایک ایک نظریہ ایک ایک فلسفہ کی آڑ ڈھونڈتے پھرتے

ہیں، اور اس در سے اس در تک ٹھوکریں کھاتے ہی پھرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے "سوء العذاب" اور "الآخسرون" (سب سے بڑے

خسارے والے) کی وعید آئی ہے۔ اسی طرح الجاثیہ ۲۴:۲۷ میں ان لوگوں کے خسارے کے متعلق ذکر ہے جو دوبارہ جی اٹھنے پر یقین نہیں کرتے۔ ۲۷

لہذا خسارے کا ایک بڑا سبب دوبارہ جی اٹھنے کا انکار کرنا، آخرت کا انکار کرنا، اس کا مذاق اڑانا، اور اللہ سے ملاقات کو بھول جانا ہے۔ انسان مادہ پرستی

میں مبتلا ہو کر اپنے خالق حقیقی سے ملاقات کا انکار کرتا ہے۔ دنیاوی لذت اور مال و دولت کے حصول میں مگن ہو کر اخلاقی دائرے سے باہر نکل

جاتا ہے، اور ان کے حصول کیلئے ہر ناجائز اور حرام راستہ اختیار کرتا ہے۔ دوسروں پر ظلم کرتا ہے، ان کے حقوق غصب کرتا ہے۔ مکرمین سزا و

جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں کہ جب وقت آئے گا دیکھا جائے گا، ابھی جو زندگی ہے اس میں تو عیش کریں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل، صحت

اور قوت دی ہے، اس کی راہنمائی کیلئے انبیاء کرام کے ذریعے سے اپنے احکامات بھیجے تاکہ وہ ان کا استعمال کرتے ہوئے اپنی آخرت کیلئے سامان جمع

کر سکے، لیکن دنیاوی لذتوں کے حصول کا جو لالچ اس کے دل میں ہے اس کی وجہ سے وہ اندھا ہو چکا ہے۔ وہ بصارت کے باوجود حقیقت کو نہیں

پہچان سکتا۔

### آیات الہی کا انکار:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۚ ۲۸

"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اُسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے۔ وہ اس پر سچے دل سے ایمان

لاتے ہیں۔ اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں، وہی اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔"

تدبر قرآن میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہاں اہل کتاب کا ذکر ہے جو اپنی کتاب پر فی الواقع ایمان رکھتے تھے۔ ان کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ

اس ہدایت الہی پر ایمان لائیں گے جو تم ان کے سامنے پیش کر رہے ہو۔ ۲۹ ڈاکٹر اسرار احمد بیان کرتے ہیں کہ اس میں مسلمانوں پر قرآن مجید

کے حقوق میں بحث ہے کہ تلاوت کا اصل حق کیا ہے۔ ایک بات جان لیجیے کہ تلاوت کا لفظ، جو قرآن نے اپنے لیے اختیار کیا ہے، بڑا جامع لفظ

ہے۔ "تَلَا يَتْلُو" کا معنی پڑھنا بھی ہے اور "تَلَا يَتْلُو" کسی کے پیچھے پیچھے چلنے (to follow) کو بھی کہتے ہیں۔ جب آپ کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو آپ اس کے متن text کے پیچھے پیچھے چل رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ جو زیادہ ماہر نہیں ہوتے، کتاب پڑھتے ہوئے اپنی انگلی ساتھ ساتھ چلاتے ہیں تاکہ نگاہ ادھر سے ادھر نہ ہو جائے، ایک سطر سے دوسری سطر پر نہ پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب کی تلاوت کا اصل حق یہ ہو گا کہ آپ اس کتاب کو follow کریں اسے اپنا امام بنائیں، اس کے پیچھے چلیں، اس کا اتباع کریں، اس کی پیروی کریں۔ ۳۰

لہذا خسارے کا ایک سبب آیات الہی کا انکار ہے۔ آیات الہی سے مراد ایک طرف تو کتاب اللہ بھی ہے لیکن اس سے مراد اللہ کی نشانیاں بھی ہیں جو باجبا نظر آتی ہیں۔ ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ کا واضح انکار کرتے ہیں، اس کو نہیں مانتے، ان کیلئے تو واضح خسارہ ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اللہ نے انسان کو غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ غور و فکر کرنے پر انسان فطرتاً اور عقلاً یہ سوچے گا کہ یہ چیزیں کس نے بنائی ہوں گی؟ پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے ذریعے سے انسانوں کو بتایا بھی کہ وہ اللہ ہی ہے جو خالق کل کائنات ہے۔ لیکن انسان اس سب کے باوجود بھی اگر ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے اور ان باتوں کا انکار کرے تو اس کیلئے آخرت میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔ جب کہ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو بظاہر مسلمان ہیں، قرآن پر ایمان بھی رکھتے ہیں، اسے پڑھتے بھی ہیں، لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ حلال و حرام کا خیال نہیں کرتے، اور اس کے منع کردہ کاموں سے منع نہیں ہوتے، تو یہ بھی آیات الہی کے انکار کی ایک صورت ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے احکام پر عمل بھی کریں اور اس کی تلاوت میں تجوید و مخارج کا خیال رکھیں اور خوبصورت طریقے سے اس کی تلاوت کریں۔

کفار کی پیروی کرنا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرْذُوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنَفَلُوا خُسْرَيْنِ۔  
بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ۔ ۳۱

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم ان لوگوں کے اشاروں پر چلو گے جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے تو وہ تم کو الٹا پھیر لے جائیں گے اور تم نامراد ہو جاؤ گے۔ (ان کی باتیں غلط ہیں) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تمہارا حامی و مددگار ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے۔"

مومن کے لئے دو ہی راستے ہیں، یا تو وہ کفر اور اہل کفر کے ساتھ مسلسل برسر جنگ رہے گا، باطل اور اہل باطل کے ساتھ برسر پیکار رہے گا اور یا پھر الٹے پاؤں پھر کر مرتد ہو جائے گا۔ وہ یہ سوچ رہا ہو کہ مومن کے لئے ممکن ہے کہ وہ غالب قوتوں کے ساتھ اس معرکہ آرائی سے نکل آئے، ان کے ساتھ مصالحت کرے، ان کی پیروی کرے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے دین کی حفاظت بھی کرتا ہو، اس کا عقیدہ اپنی جگہ درست ہو، اس کا ایمان قائم ہو، اس کا وجود بھی قائم رہے لیکن یہ سوچ ایک خطرناک واہمہ ہے اس لئے کہ وہ حق و باطل کے اس معرکہ میں جو آگے نہیں بڑھتا وہ لازماً پیچھے کو پلٹتا ہے۔ اور جو شخص کفر، شر، باطل، گمراہی اور نافرمانی کے خلاف جدوجہد نہیں کرتا وہ لازماً ذلیل و خوار ہو گا، الٹے پاؤں پھرے گا اور کفر، شر، گمراہی، باطل اور نافرمانی میں داخل ہو جائے گا۔ جسے اس کا ایمان نہ بچا سکے گا۔ اس کا نظریہ حیات نہ بچا سکے گا، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ کفار کی پیروی کر رہا ہو، ان کی بات سن رہا ہو اور ان پر اعتماد کر رہا ہو تو درحقیقت اس شخص نے اپنے ایمان اور نظریہ حیات کا موقف چھوڑ دیا ہے۔ وہ روحانی طور پر شکست کھا چکا ہے۔ اس سے بڑا خسارہ کیا ہو سکتا ہے کہ انسان الٹے پاؤں پھرے اور ایمان کے بعد کفر کی راہ کو از سر نو اختیار کرے۔ ۳۲ تفسیر ماجدی میں اس آیت کے ضمن میں لکھا گیا ہے کہ کافروں کی ہم خیالی، ہم مذاقی سے بچو۔ يَرْذُوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ یعنی تمہیں الٹے پاؤں ارتداد اور بے دینی کی طرف دھکیل لے جائیں گے۔ ۳۳

لہذا خسارے کا ایک سبب کفار کی پیروی کرنا ہے۔ مسلمان کفار سے دوستی اس لیے کریں گے کہ وہ غالب ہیں، ان کے پاس پیسہ ہے، وسائل ہیں، سیاسی طور پر مضبوط ہیں۔ اگر مسلمان یہ سوچتے ہیں کہ وہ اپنے دین کی بھی حفاظت کرتے رہیں اور ساتھ ہی ساتھ کفار سے بھی دوستی لگائی رکھیں، ایسا کرنا بظاہر تو انہیں فائدہ مند نظر آئے گا لیکن آہستہ آہستہ کفار ان کے ایمان کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیں گے اور انہیں اپنے راستے پر لے آئیں گے۔ یہاں مراد صرف ظاہری دوستی نہیں بلکہ کفار کے نظریات، ان کی روایات یا ان کے طرز زندگی کو قبول کرنا بھی انتہائی خطرناک ہے کہ اس سے مسلمانوں کے اپنے نظریات، روایات یا ان کا اپنا جو اسلامی کلچر ہے وہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ اور یوں کفار کی اطاعت اور دوستی انہیں اٹلے پاؤں ایمان کی روشنی سے نکال کر انہی جہالت اور گمراہی کے اندھیروں میں پہنچا دیتی ہے جن سے اسلام نے انہیں نکالا تھا۔

اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی پیروی کرنا:

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ۝ ۳۴

"اس فرماں برداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور

آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا۔"

احسن البیان میں اس کا شان نزول بیان کیا گیا ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے ہر فریق نے دین ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ جھگڑا لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ دونوں فریق دین ابراہیمی سے علیحدہ ہیں۔ اس فیصلہ سے دونوں فریق ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے فیصلہ کو نہیں مانتے اور نہ آپ کے مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ۳۵ مفتی محمد شفیع بیان کرتے ہیں کہ انبیاء سابقین کے دین کو جو اسلام کا نام دیا گیا ہے وہ ایک محدود طبقہ اور مخصوص زمانے کے لئے تھا، اس وقت کا اسلام وہی تھا، اس طبقہ اور امت کے علاوہ دوسروں کے لئے اس وقت بھی وہ اسلام معتبر نہ تھا اور جب اس نبی کے بعد اور کوئی نبی بھیج دیا گیا تو اب وہ اسلام نہیں رہا، اس وقت کا اسلام وہ ہو گا جو جدید نبی پیش کرے، جس میں یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی اصولی اختلاف نہیں ہو گا مگر فروعی احکام مختلف ہو سکتے ہیں، اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اسلام دیا گیا وہ ناقابل نسخ دائمی تا قیامت رہے گا، اور حسب قاعدہ مذکورہ آپ کی بعثت کے بعد پچھلے تمام ادیان منسوخ ہو گئے، اب وہ اسلام نہیں بلکہ اسلام صرف وہ دین ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے پہنچا۔ ۳۶

لہذا خسارے کا ایک سبب دین اسلام کو چھوڑ کر دوسرے دین کی پیروی کرنا ہے۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اسلام نے پچھلے تمام ادیان کی تعلیمات کو منسوخ کر دیا ہے۔ اب صرف اسلام کی تعلیمات پر عمل ہو گا اور اسی کی بنا پر نجات ملے گی۔ یہود و نصاریٰ کے باہمی جھگڑے کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَنُصْلِيَنَّ عَلَى شَيْءٍ وَوَقَالَتِ النَّصَارَى لَنُصْلِيَنَّ عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ ۳۷

"یہودی کہتے ہیں: عیسائیوں کے پاس کچھ نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں: یہودیوں کے پاس کچھ نہیں حالانکہ دونوں ہی کتاب پڑھتے

ہیں۔ اور اسی قسم کے دعوے ان لوگوں کے بھی ہیں جن کے پاس کتاب کا علم نہیں ہے۔"

یعنی یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کو باطل قرار دے رہے تھے، اسی طرح دیگر غیر الہامی مذاہب اپنے اپنے مذہب کو ہی نجات کا راستہ سمجھتے تھے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اصل دین کا اعلان کر دیا کہ وہ اسلام ہی ہے:

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ ۳۸ "اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔"

خلافت ارضی کے منصب سے غفلت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ-فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ-وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا-وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا-۳۹

"وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ اب جو کوئی کفر کرتا ہے اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے، اور کافروں کو ان کا کفر اس کے سوا کوئی ترقی نہیں دیتا کہ ان کے رب کا غضب اُن پر زیادہ سے زیادہ بھڑکتا چلا جاتا ہے۔ کافروں کے لیے خسارے میں اضافے کے سوا کوئی ترقی نہیں۔"

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مطابق اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اس نے پچھلی نسلوں اور قوموں کے گزر جانے کے بعد اب تم کو ان کی جگہ اپنی زمین میں بسایا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اس نے تمہیں زمین میں تصرف کے جو اختیارات دیے ہیں وہ اس حیثیت سے نہیں ہیں کہ تم ان چیزوں کے مالک ہو، بلکہ اس حیثیت سے ہیں کہ تم اصل مالک کے خلیفہ ہو۔ اگر پہلے فقرے کا یہ مطلب لیا جائے کہ تم کو پچھلی قوموں کا جانشین بنایا ہے تو اس فقرے کے معنی یہ ہوں گے کہ جس نے گزشتہ قوموں کے انجام سے کوئی سبق نہ لیا اور وہی کفر کا رویہ اختیار کیا جس کی بدولت وہ تو میں تباہ ہو چکی ہیں، وہ اپنی اس حماقت کا نتیجہ بد دیکھ کر رہے گا۔ اور اگر اس فقرے کا مطلب یہ لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے خلیفہ کی حیثیت سے زمین میں اختیارات عطا کیے ہیں تو اس فقرے کے معنی یہ ہوں گے کہ جو اپنی حیثیت خلافت کو بھول کر خود مختار بن بیٹھا جس نے اصل مالک کو چھوڑ کر کسی اور کی بندگی اختیار کر لی وہ اپنی اس باغیانہ روش کا برا انجام دیکھ لے گا۔ ۴۰

خلافت کے معنی نیابت، جانشینی، قائم مقامی یا کسی کے بعد آنے والے (نائب) کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ اصل مالک تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن انسان کو ایک محدود مدت کیلئے اختیار دیا ہے۔ جیسے ایک قوم کے بعد دوسری قوم آجاتی ہے، یا ایک حکمران کے بعد دوسرا حکمران آجاتا ہے، یا کوئی بھی شخص کسی عہدے پر ہو اس کی جگہ موجودہ شخص آجائے تو وہ اس کا خلیفہ ٹھہرا۔ یہ اس بات کو بھی واضح کرتا ہے کہ کوئی چیز بھی ہمیشہ رہنے والی نہیں۔ اس کے علاوہ انسان غرور و تکبر، ظلم، فساد وغیرہ سے بھی بچا رہتا ہے کیونکہ اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ اس نے اصل مالک کے سامنے جواب دہ ہونا ہے۔ لیکن جب یہ احساس اس صاحب اختیار شخص میں سے رخصت ہو جاتا ہے، یعنی وہ اس بات کا انکاری ہو گیا کہ اس سے اوپر بھی کوئی ذات ہے جس کے حضور اسے پیش ہونا ہے، تو وہ ناشکری اور نافرمانی پر اتر آتا ہے۔ اس کے کفر کا وبال اسی پر ہو گا، اس کے کفر کی نہ تو اللہ کو کوئی پروا ہے، اور نہ ہی وہ اپنے کفر سے اپنی ذات کے علاوہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔

مکر الہی سے بے خوفی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَفَأَمَّنُوا بِاللهِ-فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ۴۱

"کیا یہ لوگ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں؟ حالانکہ اللہ کی چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو۔"

تفسیر احسن البیان میں لفظ 'مکر' کے یہ معنی بیان کیے گئے ہیں: پکڑ، داؤ، تدبیر، حیلہ۔ ۴۲ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے لفظ 'مکر' کی وضاحت یوں کی ہے کہ مکر کے معنی عربی زبان میں خفیہ تدبیر کے ہیں، یعنی کسی شخص کے خلاف ایسی چال چلنا کہ جب تک اس پر فیصلہ کن ضرب نہ پڑ جائے اس وقت

تک اسے خبر نہ ہو کہ اس کی شامت آنے والی ہے، بلکہ ظاہر حالات کو دیکھتے ہوئے وہ یہی سمجھتا رہے کہ سب اچھا ہے۔ ۴۳ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مکر اللہ کی دی ہوئی ڈھیل کہ ایک وقت تک راحت و نعمت میں رکھتا ہے پھر اچانک نامعلوم راستہ سے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے جس طرح کہ پہلی قوموں سے اس نے کیا۔ القوم الخاسرون یعنی جنہوں نے کفر و معصیت کا ارتکاب کیا اور نظر و بصیرت سے کام لے کر اپنے حال کا گزشتہ اقوام کے حال سے توازن نہیں کیا۔ ۴۴

لہذا بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ ایک شخص نافرمانی کے راستے پر چل پڑتا ہے تو ساتھ ہی اسے خوشیاں اور کامیابیاں ملنے لگتی ہیں، وہ سوچتا ہے کہ میں جو کر رہا ہوں ٹھیک کر رہا ہوں، اور وہ اس نافرمانی میں اور آگے نکل جاتا ہے۔ اللہ کا مکر یہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں پر دنیاوی نعمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ جب انسان مال و دولت کی فراوانی اور اقتدار کو اپنی کامیابی سمجھ لے اور اللہ سے بے خوف ہو جائے اور سرکشی میں بڑھتا جائے، تو یہی نعمتیں اس کے لیے ابدی خسارے کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً  
فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ ۳۵

"پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو، جو انہیں کی گئی تھی، بھلا دیا تو ہم نے ہر طرح کی خوشحالیوں کے دروازے ان کے لیے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان بخششوں میں جو انہیں عطا کی گئی تھیں خوب مگن ہو گئے تو اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا اور اب حال یہ تھا کہ وہ ہر خیر سے مایوس تھے۔"

انہوں نے دنیاوی نعمتوں سے تو خوب عیاشی کر لی لیکن اب آخرت میں ان کیلئے کوئی حصہ نہیں۔ لہذا اگر ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص بہت کامیاب ہے، بہت خوشحال ہے، لوگ اس کے آگے جھک رہے ہیں، اس کے ہر جگہ چرچے ہیں، لیکن وہ مذہبی اور اخلاقی طور پر شدید زوال کا شکار ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اسے ڈھیل دی ہوئی ہے۔

رب کے بارے میں بدگمانی کرنا:

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَرْشِدُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ  
اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ۚ ذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرَأَيْتُمْ فَاصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ  
۴۶

"تم دنیا میں جرائم کرتے وقت جب چھپتے تھے تو تمہیں یہ خیال نہ تھا کہ کبھی تمہارے اپنے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے جسم کی کھالیں تم پر گواہی دیں گی بلکہ تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ تمہارے بہت سے اعمال کی اللہ کو بھی خبر نہیں ہے۔ تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا، تمہیں لے ڈوبا اور اس کی بدولت تم خسارے میں پڑ گئے۔"

ڈاکٹر اسرار احمد اس ضمن میں مشرک حکماء اور فلسفہ کا نظریہ بیان کرتے ہیں کہ، گویا ایسے جہلاء بھی اس دنیا میں پائے جاتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے کرتوتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو کچھ معلوم نہیں۔ قبل ازیں اس حوالے سے مشائخ (ارسطو اور اس کے پیروکاروں) کا ذکر بھی گزر چکا ہے جن کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ عالم کلیات ہے، وہ جزئیات کا عالم نہیں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کائنات اور اس کی اشیاء کے متعلق قوانین بنا دیے ہیں اور وہ انہی قوانین کو جانتا ہے، جبکہ ان قوانین کے تحت رونما ہونے والے واقعات و حادثات کی جزئیات سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ اس حوالے سے ہمیں خود اپنے بارے میں بھی غور کرنا چاہیے۔ اگرچہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ایک ایک حرکت کو دیکھتا اور جانتا ہے لیکن اپنے اس ایمان کے مطابق ہمارے دلوں میں اس بارے میں یقین پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم غلط کام کرتے ہوئے اس حقیقت سے لا

پرواہی برت جاتے ہیں کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے، ورنہ اگر واقعی کسی کے دل میں یقین ہو کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے تو بھلا وہ کوئی غلط حرکت کیسے کر سکتا ہے۔ ۴۷

اس آیت میں ایسی بات بیان کی گئی ہے کہ جس پر انسان کی عقل یقین نہیں کر پائے گی کہ بھلا اعضا کیسے گواہی دے سکتے ہیں، وہ کیسے بول سکتے ہیں۔ غیر مسلم فلسفیوں کا یہ نقطہ نظر تھا کہ اللہ کلیات کا جاننے والا ہے یعنی اس نے یہ دنیا بنادی اب اسے کوئی سروکار نہیں کہ اس میں کیا چل رہا ہے، کون کیا کر رہا ہے۔ اس سے تو اللہ تعالیٰ کی صفت 'علیم' پر بھی حرف آتا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اللہ کی اس صفت کا ذکر ہے کہ بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے، وہ تمہارے دلوں میں چھپی باتوں کو بھی جانتا ہے۔ اگر کوئی شخص تنہائی میں گناہ کرتا ہے یا آنکھوں سے یا اپنے دل میں ایسے خیالات لاتا ہے تو اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ مزید یہ کہ اللہ نے انسان پر کر اماگاتین کو مقرر کیا ہوا ہے جو انسان کے ایک ایک عمل اور زبان سے نکلے ایک ایک حرف کو لکھتے جاتے ہیں تاکہ انسان جب قیامت کے دن اپنے اعمال کا انکار کر دے کہ میں نے تو یہ کام کیا ہی نہیں تو اسے اس کا اعمال نامہ دکھایا جائے۔ مزید یہ کہ جب شخص کر اماگاتین کا بھی انکار کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کو حکم دے گا اور اس کے اعضاء اس کے اعمال کے متعلق گواہی دیں گے۔ موجودہ دور میں انسان کے چھپ کر گناہ کرنے کا ایک سب سے بڑا ذریعہ اسمارٹ فونز ہیں۔ انسان اس کے ذریعے حرام کام بھی کر سکتا ہے اور اچھے کام بھی کر سکتا ہے۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے ہر کام کرے۔

حق کو پہچاننے کے باوجود انکار کرنا:

الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ-الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۳۸  
"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو اس طرح غیر مشتبہ طور پر پہچانتے ہیں جیسے ان کو اپنے بیٹوں کے پہچاننے

میں کوئی اشتباہ پیش نہیں آتا۔ مگر جنہوں نے اپنے آپ کو خود خسارے میں ڈال دیا ہے وہ اسے نہیں مانتے۔"

معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے یہود میں داخل تھے، پھر مسلمان ہوئے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خبر دی ہے کہ تم لوگ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہو جیسے اپنی اولاد کو اس کی کیا وجہ ہے؟ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اوصاف کے ساتھ جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تورات میں نازل فرمائے، اس لئے اس کا علم ہمیں یقینی اور قطعی طور پر ہے، بخلاف اپنی اولاد کے کہ اس میں شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ ہماری اولاد ہے بھی یا نہیں۔ ۴۹ سید قطب شہید اپنی تفسیر فی ظلال القرآن میں اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اہل کتاب اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ کتاب از جانب اللہ برحق ہے، اس لیے کہ وہ اس کتاب کی قوت تاثیر سے واقف تھے۔ اہل کتاب دین اسلام کا بہت ہی گہرا مطالعہ کرتے ہیں اور نہایت ہی سنجیدگی اور گہرائی سے اسلام کو سمجھنے کی سعی کرتے ہیں۔ لیکن اس سے وہ کسی حقیقت کی تلاش میں نہیں ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی ان تحقیقات سے اس امر کی تلاش میں رہتے ہیں کہ کس مقام سے وہ دین اسلام پر حملہ آور ہوں۔ یہ لوگ دین اسلام کے ان تمام سرچشموں کو بند کرنا چاہتے ہیں جن کی وجہ سے انسانی فطرت کو سیرابی حاصل ہو سکتی ہے یا فطرت انسانی ان پہلوؤں سے متاثر ہو سکتی ہے۔ وہ ایسے تمام سرچشموں کو بند کرنا چاہتے ہیں۔ ۵۰

یہود و نصریٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے۔ ان کی کتابوں میں نبی آخر زماں کا ذکر اور نشانیاں موجود تھیں۔ ان کا خسارہ اس سے بڑھ کر کیا ہے کہ انہوں نے اپنے علم سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ ان کو علم اس لیے دیا گیا تھا ان کی کتابوں میں نشانیاں اس لیے موجود تھیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر آپ پر ایمان لاسکیں لیکن انہوں نے انا اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔ آج بھی مستشرقین جو اسلام کا

اتنا علم رکھتے ہیں اور اس پر اتنی ریسرچ کرتے ہیں وہ اس لیے نہیں کہ وہ اسلام میں دلچسپی رکھتے ہیں بلکہ وہ اسلام میں کوئی نہ کوئی کجی تلاش کرنا چاہتے ہیں یا کوئی الزام لگانا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ علم بیکار اور ضائع ہے، وہ ان کے کسی کام نہ آئے گا۔ وہ مشرکین مکہ کے برابر مقام پر آکھڑے ہوئے بلکہ اس سے بھی بدتر ہو گئے کیوں کہ وہ یہ سب جانتے ہوئے بھی کہ اسلام ہی دین برحق ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے۔

اعمال کے لحاظ سے خسارہ کے اسباب

قتل اولاد اور اللہ پر بہتان:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ حَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ۔ ۵۱

"یقیناً خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو جہالت و نادانی کی بنا پر قتل کیا اور اللہ کے دیے ہوئے رزق کو اللہ

پر افترا پردازی کر کے حرام ٹھہرا لیا۔ یقیناً وہ بھٹک گئے اور ہرگز وہ راہ راست پانے والوں میں سے نہ تھے۔"

علامہ غلام رسول سعیدی تیان القرآن میں اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ شیطان نے جو ان کے لیے قتل اولاد کو مزین کیا تھا اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ شیاطین نے ان کے دلوں میں یہ خوف ڈالا کہ اگر بچے زیادہ ہو گئے تو ان کی پرورش مشکل ہوگی۔ سو وہ تنگی رزق کے ڈر سے اپنے بچوں کو قتل کر دیتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَ لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ حَسْبِيَ إِمْلَاقٌ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ إِيَّاكُمْ (اسراء: ۳۱) اور اپنی اولاد کو فائدہ کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم انہیں روزی دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ ۵۲ انوار البیان میں صاحب تفسیر اپنا نقطہ نظریوں بیان فرماتے ہیں کہ تمام اشیاء و اجناس کی تحلیل و تحریم کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو پیدا فرمایا اور ان کے لیے استمتاع اور انتفاع کے لیے مختلف اشیاء پیدا فرمائیں اسے اختیار ہے کہ جس چیز کو چاہے جس کے لیے حلال قرار دے اور جس کے لیے چاہے حرام قرار دے۔ بندوں کو کسی چیز کے حرام یا حلال قرار دینے کا اختیار نہیں جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ خدا کی اختیارات کو اپنے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں اس لیے اسے مشرکانہ افعال میں شمار فرمایا۔ اسمبلیوں میں قانون خداوندی کے خلاف جو لوگ قانون پاس کرتے ہیں وہ بھی مجرم ہیں۔ مشرکین نے جو یہ تجویز کر رکھا تھا کہ فلاں چیز مردوں کے لیے حلال ہے اور عورتوں کے لیے حرام ہے اس طرح کارسم و رواج آج بھی بہت سے اہل بدعت میں پایا جاتا ہے۔ ایک بزرگ کے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے جو نیاز دی جاتی ہے اس سے آپ منع کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ (قطع نظر اس بات کے کہ یہ بہت سی بدعات پر مشتمل ہے اور دوسری نیازوں کا بھی یہی حال ہے) اس میں جو یہ قانون ہے کہ اس میں سے لڑکے نہیں کھا سکتے صرف عورتیں ہی کھا سکتی ہیں۔ یہ وہی پابندی ہے جو مشرکین عرب نے جانوروں کے بارے میں تجویز کر رکھی تھی جو چیز اللہ تعالیٰ نے سب کے لیے حلال کی اس کو بعض کے لیے حرام قرار دینا اللہ تعالیٰ کے قانون کی سخت خلاف ورزی ہے اور شرک ہے۔ ۵۳

اس آیت میں ان لوگوں کے خسارے کا ذکر ہوا ہے جو اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں اور اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے اپنے اوپر حلال چیزوں کو حرام ٹھہرا لیتے ہیں۔ آج کل لوگ مفلسی کے ڈر سے اولاد کی پیدائش کو بوجھ سمجھتے ہیں کہ اگر زیادہ بچے ہوئے تو ان کا معیار زندگی متاثر ہوگا۔ بغیر کسی

طبی ضرورت کے اسقاط حمل کروانا جدید دور کا قتل اولاد ہے۔ یہ تو جاہلیت کے دور کی سوچ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ حَسْبِيَ إِمْلَاقٌ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ إِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيراً۔ ۵۴

"اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل ایک

بڑی خطا ہے۔"

لہذا ہر انسان کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ جس چیز کو چاہتے ہیں حلال ٹھہرا لیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں حرام اور اس کا بہتان اللہ پر باندھتے ہیں کہ اللہ نے یہ حکم دیا ہے۔

مشروط عمل اور مصیبت کے وقت دین سے پھر جانا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ ۖ اطْمَأَنَّ بِهِ ۚ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ ۖ انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝۵۵

"اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی بندگی کرتا ہے، اگر فائدہ ہوا تو مطمئن ہو گیا اور جو کوئی مصیبت آگئی

تو الٹا پھر گیا۔ اُس کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔ یہ ہے صریح خسارہ۔"

معارف القرآن میں بیان ہے کہ بخاری اور ابن حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں مقیم ہو گئے تو بعض ایسے لوگ بھی آکر مسلمان ہو جاتے تھے (جن کے دل میں ایمان کی پختگی نہیں تھی) اگر اسلام لانے کے بعد اس کی اولاد اور مال میں ترقی ہو گئی تو کہتا تھا کہ یہ دین اچھا ہے اور اگر اس کے خلاف ہو تو کہتا تھا کہ یہ برا دین ہے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ۵۶ مولانا مودودی اس دنیوی اور اخروی خسارے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے جو چند لفظوں میں بیان کر دی گئی ہے۔ مذہب مسلمان کا حال درحقیقت سب سے بدتر ہوتا ہے۔ کافر اپنے رب سے بے نیاز، آخرت سے بے پرواہ اور قوانین الہی کی پابندیوں سے آزاد ہو کر جب یکسوئی کے ساتھ مادی فائدوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے، تو چاہے وہ اپنی آخرت کھودے، مگر دنیا تو کچھ نہ کچھ بنا ہی لیتا ہے۔ اور مومن جب پورے صبر و ثبات اور عزم و استقلال کے ساتھ خدا کے دین کی پیروی کرتا ہے تو اگرچہ دنیا کی کامیابی بھی آخر کار اس کے قدم چوم کر رہتی ہے، تاہم اگر دنیا بالکل ہی اس کے ہاتھ سے جاتی رہے، آخرت میں بہر حال اس کی فلاح و کامرانی یقینی ہے۔ لیکن یہ مذہب مسلمان نہ اپنی دنیا ہی بنا سکتا ہے اور نہ آخرت ہی میں اس کے لیے فلاح کا کوئی امکان ہے۔ دنیا کی طرف لپکتا ہے تو کچھ نہ کچھ خدا اور آخرت کے ہونے کا گمان جو اس کے دل و دماغ کے کسی کونے میں رہ گیا ہے، اور کچھ نہ کچھ اخلاقی حدود کا لحاظ جو اسلام سے تعلق نے پیدا کر دیا ہے، اس کا دامن کھینچتا رہتا ہے، اور خالص دنیا طلبی کے لیے جس یکسوئی و استقامت کی ضرورت ہے وہ کافر کی طرح اسے بہم نہیں پہنچتی۔ آخرت کا خیال کرتا ہے تو دنیا کے فائدوں کا لالچ اور نقصانات کا خوف، اور خواہشات پر پابندیاں قبول کرنے سے طبیعت کا انکار اس طرف جانے نہیں دیتا، بلکہ دنیا پرستی اس کے عقیدے اور عمل کو اتنا کچھ بگاڑ دیتی ہے کہ آخرت میں اس کا عذاب سے بچنا ممکن نہیں رہتا۔ اس طرح وہ دنیا بھی کھوتا ہے اور آخرت بھی۔ ۵۷ اس آیت میں مفاد پرست مسلمانوں کا ذکر ہے۔ جو دین کو محض دنیاوی خواہشات اور فائدے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ مشاہدے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بعض لوگ ایمان کو سودے بازی کی طرح لے کر چلتے ہیں۔ جب انہیں کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ نمازیں پڑھنے لگتے ہیں، وظائف پڑھتے ہیں، کئی کئی تسبیحیں پڑھ ڈالتے ہیں لیکن اس سب کے باوجود بھی ان کی پریشانی دور نہیں ہوتی یا انہیں مطلوبہ چیز نہیں ملتی تو وہ سارا کچھ چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ اتنی عبادت کی وظائف پڑھے لیکن اللہ نے سنی ہی نہیں جبکہ انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ایمان لانا اس چیز کا نام نہیں کہ آپ جیسا چاہیں گے ویسا ہو جائے گا بلکہ یہاں تو قدم قدم پر آزمائش آئے گی اور امتحان ہو گا تا کہ کھولے اور کھرے کی پہچان ہو جائے۔

مال و اولاد کی محبت میں یاد الہی سے غفلت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَاؤُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ  
الْخَسِرُونَ-٥٨

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ جو لوگ ایسا کریں وہی  
خسارے میں رہنے والے ہیں۔"

یہاں اللہ کے ذکر سے مراد صرف یہی نہیں کہ انسان ہر وقت تسبیحات وغیرہ پڑھتا رہے، بلکہ اس کا وسیع تر مفہوم یہ ہے کہ انسان کو اللہ ہر وقت  
یاد رہے اور اسی بنا پر وہ اپنے جملہ فرائض کی ادائیگی کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہے۔ تو اے اہل ایمان! کہیں ایسا نہ ہو کہ اموال و اولاد کے معاملات  
میں منہمک ہو کر تم لوگ اللہ ہی کو بھلا دو۔ جیسا کہ آج کل ہماری اکثریت کا حال ہے۔ آج اگر آپ لوگوں کو اللہ اور دین کی طرف بلائیں تو آپ کو  
عام طور پر یہی جواب ملے گا کہ کیا کریں جی وقت ہی نہیں ملتا! اب ظاہر ہے جو شخص ایک خاص معیار زندگی کو اپنا معبود بنا کر دن رات اس کی پوجا  
میں لگا ہو تو اس کے پاس معبود حقیقی کی طرف رجوع کرنے کے لیے وقت کیونکر بچے گا؟ مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ مال و اولاد سے محبت  
ایک درجہ میں مذموم نہیں، ان کے ساتھ ایک درجہ تک اشتغال صرف جائز نہیں بلکہ واجب بھی ہو جاتا ہے مگر اس کی یہ حد فاصل ہر وقت  
سامنے رہنا چاہئے کہ یہ چیزیں انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، یہاں ذکر سے مراد بعض مفسرین نے پانچ وقت کی نماز بعض نے حج  
اور زکوٰۃ، بعض نے قرآن قرار دیا ہے، حضرت حسن بصری (رح) نے فرمایا کہ ذکر سے مراد یہاں تمام طاعات و عبادات ہیں اور یہی قول سب کا  
جامع ہے (قرطبی)۔ ۶۰

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَ أَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ- أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ-  
۶۱

"کہو، اصل دیوالیہ تو وہی ہیں جنہوں نے قیامت کے روز اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو گھائے میں ڈال دیا۔ خوب  
سن رکھو، یہی کھلا دیوالیہ ہے۔"

مولانا امین احسن اصلاحی تدر قرآن میں بیان فرماتے ہیں کہ اَنْفُسُهُمْ کے ساتھ اَهْلِيهِمْ کے اضافہ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے  
کہ ہر شخص پر اس کے اپنے نفس کے ساتھ اس کے اہل و عیال کی مسئولیت بھی ہے۔ کُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ والی حدیث میں  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت واضح فرمادی ہے اس مسئولیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص نہ صرف اپنی نجات کی فکر کرے بلکہ اپنے اہل و عیال  
کی نجات کی بھی فکر کرے۔ اگر کسی شخص نے اپنے غلط طرز عمل سے اپنے اہل و عیال کے لئے غلط مثال چھوڑی یا اپنے زور و اثر سے ان کو غلط راہ پر  
ڈالا تو اس نے صرف اپنی ہی تباہی کا سامان نہیں کیا بلکہ ان کو بھی ایک ابدی ہلاکت میں ڈالا۔ ۶۲ ڈاکٹر اسرار احمد اس ضمن میں بیان فرماتے ہیں کہ  
یہاں پر تو وہ حرام خوری کے ذریعے خود بھی مزے میں ہیں اور اپنے اہل و عیال کو بھی عیش و عشرت کا سامان مہیا کر رہے ہیں۔ لیکن اس روش کو اپنا  
کر وہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ کوئی بھلائی یا خیر خواہی نہیں کر رہے بلکہ حقیقت میں وہ خود کو اور ان کو جہنم کا بندھن بنانے کے اسباب  
پیدا کر رہے ہیں۔ ۶۳

اس آیت میں بیان ہے کہ خاسرین وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جان اور گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔ وہ دنیا حاصل کرنے کے پیچھے لگے رہے۔  
لوگ دیکھتے ہیں کہ اس شخص کی اچھی آمدن ہے، اچھا گھر ہے، اچھی گاڑی ہے، بیوی بچے ہیں، تو یہ بڑی کامیاب زندگی گزار رہا ہے۔ لیکن یہ سب تو  
عارضی ہے۔ کیا وہ شخص اپنی آمدن صحیح ذرائع سے حاصل کر رہا ہے اور کیا وہ اسے صحیح طرح سے خرچ بھی کر رہا ہے؟ کیا وہ حقوق اللہ اور حقوق

العباد ادا کر رہا ہے؟ کیا اس نے صرف دنیاوی سامان پر ہی توجہ دی ہے یا آخرت کیلئے بھی کچھ جمع کیا ہے؟ یا جیسا کہ آیت میں اہلیم کا ذکر ہے تو کیا اس نے اپنے گھر والوں کو صرف دنیاوی آسائشیں ہی مہیا کی ہیں یا ان کی اخروی زندگی کیلئے بھی تیاری کروائی؟ کیا اس نے انہیں صرف یہ گڑ سکھائیں ہیں کہ دنیا میں کیسے رہنا ہے اور کمنا کیسے ہے اور لیوش لائف اسٹائل کیسے گزارنا ہے یا انہیں یہ بھی سکھایا ہے کہ آخرت کیلئے کیا سامان تیار کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے؟ یاد رہے کہ آخرت کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے۔ دنیا میں تو ہم صرف امتحان کیلئے آئیں ہیں۔ جو اس امتحان میں کامیاب ہو گئے وہ مفلحین میں شمار کیے جائیں گے اور جو ناکام ہو گئے ان کے نام خاسرین کی فہرست میں جمع ہو جائیں گے۔

عدل کا فقدان اور ناپ تول میں کمی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ۔ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ۔ وَ أَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ۔ ۶۳

"آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو۔ انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔"

ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں، یہاں میزان سے مراد کائناتی نظام کے اندر پایا جانے والا مربوط اور خوبصورت توازن (cosmic balance) ہے جس کی وجہ سے یہ کائنات قائم ہے۔ یہ توازن تمام اجرام سماویہ کے اندر موجود کشش ثقل (gravitational force) کی وجہ سے قائم ہے۔ تمام اجرام فلکی اس کشش کی وجہ سے آپس میں بندھے ہوئے ہیں۔ قدرت کی طرف سے ہر کڑے کا دوسرے کڑے سے فاصلہ، اس کی کشش کی طاقت کی نسبت سے رکھا گیا ہے۔ اگر کہیں یہ فاصلہ ایک طرف سے معمولی سا کم ہو جائے اور دوسری طرف سے معمولی سا بڑھ جائے تو یہ سارا نظام تلپٹ ہو جائے اور تمام کڑے آپس میں ٹکرا جائیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تمام چیزوں میں ایک توازن قائم کر رکھا ہے۔ ۶۵ مولانا مودودی کے مطابق، یعنی چونکہ تم ایک متوازن کائنات میں رہتے ہو جس کا سارا نظام عدل پر قائم کیا گیا ہے، اس لیے تمہیں بھی عدل پر قائم ہونا چاہیے۔ جس دائرے میں تمہیں اختیار دیا گیا ہے اس میں اگر تم بے انصافی کرو گے، اور جن حق داروں کے حقوق تمہارے ہاتھ میں دیے گئے ہیں اگر تم ان کے حق مارو گے تو یہ فطرت کائنات سے تمہاری بغاوت ہوگی۔ اس کائنات کی فطرت ظلم و بے انصافی اور حق ماری کو قبول نہیں کرتی۔ یہاں ایک بڑا ظلم تو درکنار، ترازو میں ڈنڈی مار کر اگر کوئی شخص خریدار کے حصے کی ایک تولہ بھر چیز بھی مار لیتا ہے تو میزان عالم میں خلل برپا کر دیتا ہے۔ ۶۶

اسی طرح سورۃ مطففین میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ۔ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ۔ وَ إِذَا كَالُوا لَهُمْ أَوْ وَ زَنُوا لَهُمْ يُخْسِرُونَ۔ ۶۷

"تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے۔ جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں گھٹا دیتے ہیں۔"

ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں کہ 'ویل' کے معنی تباہی، بربادی اور ہلاکت کے بھی ہیں اور یہ جہنم کی ایک وادی کا نام بھی ہے۔ 'طف' لغوی اعتبار سے حقیر سی چیز کو کہا جاتا ہے۔ اس معنی میں یہ لفظ کم تولنے یا کم ماپنے کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مُطَفَّف وہ ہے جو حق دار کو اس کا پورا حق نہیں دیتا بلکہ اس میں کمی کر دیتا ہے۔ ۶۸ معارف القرآن میں اس ضمن میں بیان ہے کہ یہ صرف ناپ تول کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ چیز

جس سے کسی کا حق پورا کرنا یا نہ کرنا جانچا جاتا ہے اس کا یہی حکم ہے خواہ ناپ تول سے ہو یا عدد شماری سے یا کسی اور طریقے سے ہر ایک میں حقدار کے حق سے کم دینا بحکم تطفیف حرام ہے۔ مؤطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کے رکوع سجدے وغیرہ پورے نہیں کرتا جلدی جلدی ختم کر ڈالتا ہے تو اس کو فرمایا لَقَدْ طَفَّفْتَ یعنی تو نے اللہ کے حق میں تخفیف کر دی، فاروق اعظم کے اس قول کو نقل کر کے حضرت امام مالک (رح) نے فرمایا لکل شیء وفاء و تطفیف یعنی پورا حق دینا یا کم کرنا ہر چیز میں ہے یہاں تک کہ نماز، وضو طہارت میں بھی اور اسی طرح دوسرے حقوق اللہ اور عبادات میں کمی کوتاہی کرنے والا تخفیف کرنے کا مجرم ہے اس طرح حقوق العباد میں جو شخص مقررہ حق سے کم کرتا ہے وہ بھی تخفیف کے حکم میں ہے۔ مزدور ملازم نے جتنے وقت کی خدمت کا معاہدہ کیا ہے اس میں سے وقت چرانا اور کم کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ وقت کے اندر جس طرح محنت سے کام کرنے کا عرف میں معمول ہے اس میں سستی کرنا بھی تطفیف ہے اس میں عام لوگوں میں یہاں تک کہ اہل علم میں بھی غفلت پائی جاتی ہے، اپنی ملازمت کے فرائض میں کمی کرنے کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتا۔ ۶۹

اللہ تعالیٰ نے کائنات کے نظام میں توازن رکھا ہے۔ زمین اور سورج کے درمیان فاصلہ اس قدر متوازن ہے کہ اگر زمین تھوڑی سی بھی سورج کے قریب ہو جائے تو شدید گرمی سے زندگی جل جائے گی اور تھوڑی سی دور ہو جائے تو سب مہلک ہو جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے تمام معاملات میں بھی توازن اور اعتدال کا حکم دیا ہے۔ کھانے پینے میں اعتدال رکھو۔ نہ فضول خرچی کرو اور نہ ہی کجی کرو۔ عبادت میں بھی اعتدال کا حکم ہے۔ دوسرا مسئلہ تطفیف کا ہے جس کا مطلب ہے ڈنڈی مارنا یا حق سے کم دینا۔ اگر ہم ناپ تول میں کمی کے حوالے سے آس پاس نظر دوڑائیں تو پھلوں اور سبزیوں کی دکانوں میں یہ چیز عام دیکھنے کو ملتی ہے۔

اللہ کے عہد کی خلاف ورزی:

الَّذِينَ يَنْفُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ - وَ يَقَطْعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ - أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔ ۷۰

"اللہ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ دیتے ہیں، اللہ نے جسے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔"

یہاں فاسقین کی تین صفات بیان ہوئی ہیں۔ (۱) الَّذِينَ يَنْفُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ۔ تفاسیر میں عہد کے مختلف مفہام بیان ہوئے ہیں۔ لیکن اکثر اسرار احمد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا عہد عہد الست ہے۔ عہد الست میں تمام بنی آدم سے اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا: أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) سب نے ایک ہی جواب دیا: بلی (کیوں نہیں!) تو یہ جو فاسق ہیں، نافرمان ہیں، سرکش ہیں، انہوں نے اس عہد کو توڑا اور اللہ کو اپنا مالک، اپنا خالق اور اپنا حاکم ماننے کی بجائے خود حاکم بن کر بیٹھ گئے اور اس طرح کے دعوے کیے: أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ (کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے؟) غیر اللہ کی حاکمیت (sovereignty) کو تسلیم کرنا سب سے بڑی بغاوت، سرکشی، فسق اور نافرمانی ہے خواہ وہ ملوکیت کی صورت میں ہو یا عوامی حاکمیت (popular sovereignty) کی صورت میں۔ (۲) وَ يَقَطْعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ - ڈاکٹر اسرار احمد بیان کرتے ہیں کہ ہالینے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے، یہ قطع رحمی کرتے ہیں۔ مال کی طلب میں، اس کے مال کو ہتھیانے کے لیے بھائی بھائی کو ختم کر دیتا ہے۔ انسان اپنی ذاتی اغراض کے لیے، اپنے تکبر اور تعلیٰ کی خاطر تمام اخلاقی حدود کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ (۳) وَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ، یعنی اپنے عقائد کفریہ باطلہ سے۔ اس "فساد" کے اندر، روحانی، مادی ہر قسم کے مفسدے شامل ہیں۔ ۷۱

عہد کا مطلب ہے قول و قرار یا ذمہ داری۔ اس لحاظ سے ہر شخص کسی نہ کسی عہد کا پابند ہے۔ ایک عہد ہے جو تمام انسانوں کی روحوں نے اللہ سے عالم ارواح میں کیا تھا کہ جب ان سے پوچھا گیا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، انہوں نے جواب دیا کیوں نہیں۔ لیکن دنیا میں آکر انہوں نے اس عہد کو بھلا دیا۔ کسی نے پتھر کے بتوں کو اپنا معبود بنالیا اور کسی نے سورج، چاند، ستاروں کو اور کسی نے آگ کو۔ انسان کی روح کی تسکین ہی اللہ کے ذکر میں ہے اسی طرح انسان جن چیزوں کا ذمہ دار ہے اس ذمہ داری کو پورا نہ کرنا بھی عہد کو توڑنا ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حقوق اللہ، حقوق العباد وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں، پڑوسیوں اور ارد گرد کے تمام لوگوں سے جڑے رہنے کا حکم دیا ہے۔ جب معاشرے میں ایک دوسرے کے حقوق غصب کیے جائیں گے، ہر کوئی اپنی فکر میں ہو گا تو اس سے تعلقات بھی بگڑیں گے اور معاشرے میں فساد بھی برپا ہو گا۔

### نجات کے چار اصول:

وَالْعَصْرُ - إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ - إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ٤٢

"زمانے کی قسم! انسان درحقیقت بڑے خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔"

ڈاکٹر اسرار احمد کے مطابق اس آیت میں اس نقصان اور خسارے سے بچاؤ کے لیے چار شرائط بتائی گئی ہیں، لیکن ان میں سے کوئی ایک یا دو یا تین شرائط پوری کر دینے سے مذکورہ خسارے سے بچنے کی امید نہیں کی جاسکتی۔ کامیابی کے لیے بہر حال چاروں شرائط پر عمل درآمد ضروری ہے۔ ۷۳ مولانا عبد الحمید سواتی نے ان چار اصولوں کو گاڑی کے چار پہیوں سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح گاڑی چار پہیوں کے بغیر نہیں چل سکتی، اسی طرح ان چار اصولوں کو اپنائے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جو انسان ان اصولوں کو اپنالے گا۔ ہمیشہ کیلئے کامیابی حاصل کر لے گا۔ ۷۴

### (1) ایمان:

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا : ان میں پہلی صفت ایمان ہے۔ مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ یہ لفظ اگرچہ بعض مقامات پر قرآن مجید میں محض زبانی اقرار ایمان کے معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے (مثلاً النساء، آیت ۱۳۷، المائدہ، آیت ۵۴ - الانفال، آیت ۲۰-۲۷، التوبہ، آیت ۳۸ اور الصنف، آیت ۲ میں) لیکن اس کا اصل استعمال سچے دل سے ماننے اور یقین کرنے کے معنی ہی میں کیا گیا ہے، اور عربی زبان میں بھی اس لفظ کے یہی معنی ہیں۔ لغت میں امن لہ کے معنی ہیں: صَدَقَهُ وَاعْتَمَدَ عَلَيْهِ (اُس کی تصدیق کی اور اس پر اعتماد کیا) اور امن بہ کے معنی ہیں: ایقن بہ (اس پر یقین کیا)۔ قرآن دراصل جس ایمان کو حقیقی ایمان قرار دیتا ہے، اُس کو قرآن مجید کی مختلف آیات میں پوری طرح واضح کر دیا گیا ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا (الحجرات: ۱۵) "مومن تو حقیقت میں وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر شک میں نہ پڑے۔" اِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا (حم السجدہ: ۳۰) "جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر ڈٹ گئے۔ ۷۵

### (2) عمل صالح:

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ : مولانا اصلاحی فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد عمل صالح کی حیثیت اس کے لازمی مقتضی کی ہے۔ جب حقیقی ایمان پیدا ہو گا تو وہ لازماً زندگی کے باطنی گوشوں کی طرح اس کے ظاہری اعمال کو بھی منور کرے گا۔ اگر ایمان سے اس کے تقاضوں کے مطابق عمل نہ پیدا ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایمان نے دل میں جڑ نہیں پکڑی۔ ۷۶ مولانا مودودی کے مطابق ایمان اور عمل صالح کا تعلق بیچ اور درخت کا سا ہے۔

جب تک بیچ زمین میں نہ ہو کوئی درخت پیدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر بیچ زمین میں ہو اور کوئی درخت پیدا نہ ہو رہا ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ بیچ زمین میں دفن ہو کر رہ گیا۔ ۷۷

### (3) امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ: معالم العرفان میں بیان ہے و تواصوا بالحق یعنی ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرنا۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب ایک دوسرے سے ملنے تو سلام کے علاوہ سورۃ العصر پڑھ لیا کرتے تھے۔ اس سے آپس میں مشترکہ مشن کی یاد دہانی ہوتی تھی۔ و تواصوا بالحق کے لفظ وصیت میں ایک بڑی حقیقت پوشیدہ ہے۔ وصیت اس وقت کی جاتی ہے۔ جب انسان دنیا سے رخت سفر باندھ رہا ہوں۔ قرآن پاک میں بار بار اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے: مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ۔ وراثت کی تقسیم کا جب وقت آتا ہے، تو حکم ہے کہ پہلے مرنے والے کی وصیت کو پورا کرو یا اس کا قرضہ ادا کرو۔ اور پھر باقی ترکہ کو تقسیم کرو۔ مطلب یہ ہے کہ وصیت اس چیز کی جاتی ہے جو نہایت اہم ہو تو یہاں پر وصیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم خواہشات اور باطل نظریات سے بالکل الگ ہیں۔ ہمارا مشن محض حق ہے۔ اس لئے جہاں کہیں حق کے خلاف کوئی چیز پائی گئی فوراً وصیت کر دی کہ اسے چھوڑ دو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا یہی مطلب ہے اور یہ جماعت کا کام ہے۔ ۷۸

### (4) صبر:

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ: ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں کہ "تواصی بالصبر" "تواصی بالحق" کا لازمی اور منطقی نتیجہ بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو بندہ "تواصی بالحق" کا علم اٹھائے گا اسے شیطانی قوتوں کی مخالفت مول لے کر آزمائش و ابتلا کی مشکل گھاٹیوں سے بھی گزرنا ہو گا اور اس راستے پر چلتے ہوئے نہ صرف اسے خود صبر و استقامت کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھنا ہو گا بلکہ اسے اپنے ہمراہیوں اور ساتھیوں کو بھی اس کی تلقین و نصیحت کرنا ہو گی۔ ۷۹

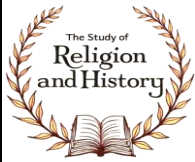
### حاصل کلام:

خسارہ کا مطلب صرف مال کی تجارت میں نقصان نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کی روشنی میں وہ تمام لوگ خسارے میں ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کی تجارت ایسے کاموں میں کی جن کا انجام دنیا اور خصوصاً آخرت میں بربادی ہے۔ وہ کام کیا ہیں، اول تو ان کے عقائد درست نہیں ہوتے کہ وہ کسی چیز پر ایمان نہیں رکھتے، اگر عقائد درست ہوتے بھی ہیں تو ان میں ایسے اعمال شامل ہو جاتے ہیں جو ان کے خسارے کا سبب بنتے ہیں۔ اگر وہ اللہ پر ایمان رکھتے بھی ہیں تو جانتے بوجھتے ہوئے یا انجانے میں اس کی ذات اور صفات میں شریک ٹھہراتے ہیں۔ اگر وہ آخرت پر ایمان رکھتے بھی ہیں تو عملی لحاظ سے اس کے منکر ہو جاتے ہیں، آخرت میں اللہ کے سامنے جو ابدی کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔ اگر وہ آیات الہی پر ظاہراً ایمان رکھتے بھی ہیں تو عملاً احکام الہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ نام کے مسلمان ہو کر مادی وسائل میں گم رہتے ہیں۔ اسی طرح دنیوی مفادات کے تحت کفار سے دوستی کرنا اور ان کی پیروی کرنا، اللہ کی اچانک پکڑ سے بے خوف ہو کر نافرمانی کرتے چلے جانا، اللہ کے دیے ہوئے مناصب پر خدا بن کر بیٹھ جانا کہ میں جو چاہوں کروں اور یہ بھول جانا کہ ان اختیارات کی جواب دہی بھی کرنی ہے، اللہ کے علم کو اور اس کی قدرت کو محدود سمجھنا کہ اسے صرف ظاہری اور محدود اشیاء کا علم ہے، ہم جو چاہیں کریں، یا پھر عقائد درست ہوں بھی تو ایسے اعمال کرنا جو انسان کو خسارے کی طرف لے جائیں جیسے افتراء علی اللہ (اپنی مرضی سے حلال اور حرام کا تعین کرنا، کسی بھی بات کو اٹھا کر اسلام سے منسوب کر دینا، شدت پسندی، جس میں اللہ کی طرف سے دی گئی آزادی اور آسانی کو مشکل بنانا یا اسے ختم کرنا)، اسلام کو مفاد کیلئے استعمال کرنا (ضرورت پڑنے پر اللہ کو یاد کرنا، اسلام پر اس

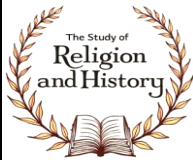
وقت تک عمل کرنا جب تک وہ دنیوی فائدوں اور نفسانی خواہشات کے ساتھ نہ ٹکرائے، لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا اس میں ٹیڑھاپن تلاش کرنا (جیسے مستشرقین، اسلام پر بے جا تنقید و تحقیق کرتے ہیں، اسلام کے قوانین کو ظالم کہنے والے اور یہ کہنے والے کہ اسلام آزادی کو ختم کرتا ہے)، مال و اولاد میں مصروف ہو کر اللہ سے غافل ہو جانا، کائنات میں اللہ تعالیٰ نے جو میزان قائم کیا ہے اسے خراب کرنا، عہد کی خلاف ورزی کرنا (ہر شخص کسی نہ کسی عہد کا پابند ہے یعنی اللہ کو ایک ماننا نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ ادا کرنا، معاشرے میں لوگوں کے حقوق ادا کرنا خصوصاً قربت داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا وغیرہ)، اور ایسے لوگ جو زمین میں کسی بھی طرح سے فساد برپا کرتے ہیں۔ لہذا صرف عقیدے کا درست ہونا انسان کو خسارے سے نہیں بچا سکتا جب تک کہ اس کے اعمال بھی درست نہ ہوں۔

### حوالہ جات

1. ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، امام، علامہ، لسان العرب، بزیل مادہ خ (قم) (ایران): ادب الحوزہ، ۱۴۰۵ھ
2. نعمانی، محمد عبدالرشید، مولانا، لغات القرآن، (کراچی: دار الاشاعت، اپریل ۲۰۰۷ء)، ج ۱، ص ۳۰۹
3. الواجدی، یاسر ندیم، مولانا، ڈاکٹر، مفتی، القاموس العصری، (مکتبہ رحمانیہ، سن اشاعت ندارد)، ص ۵۶۶
4. الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تائیل ای القرآن، (بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۵ھ)، ج ۱، ص ۱۵۵
5. الرحمن ۹:۵۵
6. راعب اصفہانی، امام، مفردات القرآن، (اقبال ٹاؤن، لاہور: شیخ شمس الحق، سن اشاعت ندارد)، ج ۱، ص ۳۱۹
7. یوسف ۱۲:۱۴
8. مقاتل بن سلیمان، الوجوہ والنظائر فی القرآن العظیم، (دبی: جمعہ مجید مرکز برائے ثقافت و ورثہ، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۶۶
9. الزمر ۳۹:۱۵
10. مقاتل بن سلیمان، الوجوہ والنظائر فی القرآن العظیم، (دبی: جمعہ مجید مرکز برائے ثقافت و ورثہ، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۶۷
11. النساء ۴:۱۱۹
12. مقاتل بن سلیمان، الوجوہ والنظائر فی القرآن العظیم، (دبی: جمعہ مجید مرکز برائے ثقافت و ورثہ، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۶۷
13. الشعراء ۲۶:۱۸۱
14. مقاتل بن سلیمان، الوجوہ والنظائر فی القرآن العظیم، (دبی: جمعہ مجید مرکز برائے ثقافت و ورثہ، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۶۸
15. الزمر ۳۹:۶۵
16. مقاتل بن سلیمان، الوجوہ والنظائر فی القرآن العظیم، (دبی: جمعہ مجید مرکز برائے ثقافت و ورثہ، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۶۸
17. الزمر ۳۹:۶۴-۶۵
18. محمد عاشق الہی، مولانا، مفتی، انوار البیان، (ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۱۴۲۲ھ)، ج ۸، ص ۴۴۲
19. حقانی، محمد عبدالحق، شیخ، تفسیر فتح المنان، (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران، ۲۰۰۹ء)، ج ۶، ص ۲۴۴
20. النساء ۴:۱۱۶-۱۱۹
21. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تنہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۱، ص ۳۹۸
22. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۲، ص ۱۹۸
23. حقانی، محمد عبدالحق، شیخ، تفسیر فتح المنان، (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران، ۲۰۰۹ء)، ج ۳، ص ۲۸۴
24. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۲، ص ۱۹۹



25. اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء)، ج ۲، ص ۳۹۰
26. النمل ۵: ۲۷-۵
27. دریابادی، عبدالمجید، مولانا، تفسیر قرآن، (کراچی: مجلس نشریات قرآن، ۱۹۹۸ء)، ج ۵، ص ۷۱
28. البقرة ۱۲۱: ۲
29. اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء)، ج ۱، ص ۳۰۶
30. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۱، ص ۲۰۲
31. ال عمران ۱۴۹: ۳-۱۵۰
32. قطب شہید، سید، فی ظلال القرآن، مترجم: شیرازی، معروف شاہ، سید، (لاہور: ادارہ منشورات اسلامی، ۱۹۹۸ء)، ج ۱، ص ۷۵۴
33. دریابادی، عبدالمجید، مولانا، تفسیر قرآن، (کراچی: مجلس نشریات قرآن، ۱۹۹۸ء)، ج ۱، ص ۶۴۴
34. ال عمران ۸۵: ۳
35. فضل الرحمن، سید، احسن البیان فی تفسیر القرآن، (کراچی: زوآر اکیڈمی پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء)، ج ۲، ص ۹۸
36. محمد شفیع، مولانا، مفتی، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۸ء)، ج ۲، ص ۱۰۲
37. البقرة ۱۱۳: ۲
38. المائدہ ۳: ۵
39. فاطر ۳۹: ۳۵
40. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۴، ص ۲۳۸
41. الاعراف ۹۹: ۷
42. فضل الرحمن، سید، احسن البیان فی تفسیر القرآن، (کراچی: زوآر اکیڈمی پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء)، ج ۳، ص ۳۷۷
43. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۲، ص ۶۱
44. پانی پتی، ثناء اللہ، قاضی، تفسیر مظہری، (کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۹۹ء)، ج ۴، ص ۲۴۴
45. الانعام ۴۴: ۶
46. فصلت ۲۳-۲۲: ۴
47. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۶، ص ۳۸۲
48. الانعام ۲۰: ۶
49. محمد شفیع، مولانا، مفتی، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۸ء)، ج ۳، ص ۲۹۶
50. قطب شہید، سید، فی ظلال القرآن، مترجم: شیرازی، معروف شاہ، سید، (لاہور: ادارہ منشورات اسلامی، ۱۹۹۸ء)، ج ۲، ص ۸۲۰
51. الانعام ۱۴۰: ۶
52. سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، (لاہور: فرید بک سٹال، ۱۹۹۹ء)، ج ۳، ص ۶۶۶
53. محمد عاشق الہی، مولانا، مفتی، انوار البیان، (ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۱۴۲۴ھ)، ج ۳، ص ۲۸۶
54. الاسراء ۳۱: ۱۷
55. حج ۱۱: ۲۲
56. محمد شفیع، مولانا، مفتی، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۸ء)، ج ۶، ص ۲۴۳



57. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۳، ص ۲۲۳
58. المنافقون ۹:۶۳
59. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۷، ص ۲۵۴
60. محمد شفیع، مولانا، مفتی، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۸ء)، ج ۸، ص ۴۵۸
61. الزمر ۱۵:۳۹
62. اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء)، ج ۶، ص ۵۷۴
63. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۶، ص ۲۰۹
64. الرحمن ۵۵:۷-۹
65. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۷، ص ۸۴
66. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۵، ص ۲۵۱
67. المطففين ۸۳:۱-۳
68. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۷، ص ۴۳۲
69. محمد شفیع، مولانا، مفتی، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۸ء)، ج ۸، ص ۶۹۳
70. البقرة ۲:۷۷
71. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۱، ص ۱۳۰
72. العصر ۱۰۳:۱-۳
73. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۷، ص ۵۲۶
74. سواتی، عبدالحمید، مولانا، صوفی، معالم العرفان فی دروس القرآن (گوجرانوالہ: مکتبہ دروس القرآن، ۲۰۰۷ء)، ج ۲، ص ۴۷۲
75. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۶، ص ۴۵۲
76. اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء)، ج ۹، ص ۵۳۴
77. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۶، ص ۴۵۲
78. سواتی، عبدالحمید، مولانا، صوفی، معالم العرفان فی دروس القرآن (گوجرانوالہ: مکتبہ دروس القرآن، ۲۰۰۷ء)، ج ۲، ص ۴۷۱
79. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۷، ص ۵۲۷